© rasailojaraid.com

مقالات — قسط (آخری)

تحریر: محدثِ عصر علامہ محمد ناصر الدین البانی حفظہ اللہ

ترجمہ: عبد الواحد عبد القدوس بستوی، حدیث فیکلٹی مدینہ یونیورسٹی

الٰہی اسماء و صفات میں تاویل و تحریف کے

اسباب و علل ——— اثرات و نتائج

حقائق کی روشنی میں

سیّد قطب کا نقطۂ نظر: اخیر میں اسلامی دعوت کے بعض علمبرداروں کو اس مسئلہ میں تنبیہ ہوا! وہ ہیں استاذِ کبیر سید قطب رحمۃ اللہ علیہ ——— موصوف نے "جیل قرآنی فرید"[1] یعنی ایک بے نظیر قرآنی گروہ کے زیرِ عنوان یہ بتلانے کے بعد کہ اس قرآن کی دعوت نے پوری اسلامی تاریخ بلکہ پوری انسانی تاریخ میں ایک ایسی بے نظیر اور ممتاز نسل کو تیار کیا ہے، جس رنگ ڈھنگ کی نسل دوبارہ وجود پذیر نہ ہو سکی۔ استاذ موصوف نے اس کے اسباب دریافت کیے ہیں جب کہ اس دعوت کا قرآن تاہنوز موجود ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث، آپؐ کا اسوۂ حسنہ، آپؐ کی سیرتِ طیبہ سب کچھ ہمارے پاس موجود ہے جس طرح کہ اس بے نظیر قدسی جماعت کے پاس یہ ساری چیزیں موجود تھیں، فرق صرف یہ ہے کہ رسولِ اکرمؐ کی ذاتِ گرامی ہمارے درمیان نہیں ہے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے سید صاحب لکھتے ہیں:

"اگر اسلامی دعوت برپا ہونے اور اس کے نتائج و ثمرات کے حصول و ظہور کے لیے ذاتِ رسولؐ کا وجود ضروری ہوتا تو ہرگز اللہ رب العالمین اس دعوت کو ساری انسانیت کے لیے عام نہ بناتا اور نہ ہی اسے آخری دعوت و پیغام قرار

---

[1] ملاحظہ فرمائیں سید قطب کی عربی کتاب "معالم فی الطریق"۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دنیا اور نہ رہتی دنیا تک کے لیے رُوئے زمین پر بسنے والے انسانوں کا معاملہ اس پر چھوڑتا۔"

پھر اس معجزہ (بے نظیر جماعت) کے بار بار معرضِ وجود میں آنے کے مختلف عوامل و اسباب کا ذکر کیا ہے جس میں سب سے اہم سبب سرچشمۂ صافی کے مزاج و طبیعت کی تبدیلی کو قرار دیا ہے۔ سید صاحب فرماتے ہیں:

"پہلا سرچشمہ جس سے وُہ بے مثال تاریخی جماعت سیراب ہوئی تھی وُہ قرآن ——اور صرف قرآن تھا، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور راہنمائیاں اسی قرآن کا ایک عکس تھیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے جب آپؐ کے اخلاق کی بابت سوال ہوا تو بتلایا کہ آپؐ کا اخلاق قرآن تھا۔"

یعنی صرف قرآن واحد سرچشمہ تھا جس سے وُہ قدوسی جماعت فیض یاب ہو رہی تھی اور نشاط آگیں ہوئی۔ نیز صرف جس کا درس لیتی تھی اور یہ اس ناتے نہیں تھا کہ انسانیت کے سامنے اس وقت کوئی تہذیب و ثقافت نہ تھی، یا علم و تصنیفات اور تحقیقات ناپید تھیں —— یہ تمام چیزیں ہرگز ناپید نہ تھیں بلکہ اس وقت روم کی تہذیب و ثقافت، اس کی کتابیں، اس کے قوانین تھے، جس کے مطابق یا جس ڈگر پر یورپ اب بھی جی رہا ہے۔ اسی طرح سے یونانی تہذیب کے بقایا جات، اس کی منطق و فلسفہ، اور اس کا فن موجود تھا جو تا ہنوز مغربی افکار کا سرچشمہ ہے۔ نیز فارس کی تہذیب، اس کا فن، اس کے اشعار و قصص، اس کے عقائد اور نظامہائے سیاست موجود تھے —— ان کے علاوہ بھی دُوسری بہت سی قریب و بعید کی مختلف تہذیبیں تھیں —— ہندوستانی تہذیب، چینی تہذیب وغیرہ۔ جبکہ رومانی و فارسی تہذیب جزیرہ عرب کو شمال و جنوب ہر دو جانب سے ڈھانپے ہوئے تھی، ساتھ ہی وسط جزیرۂ عرب پر یہودیت و نصرانیت کا تسلط تھا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تاریخ کے اس مثالی گروہ نے صرف قرآن کو اپنے لیے کافی اس لیے نہیں سمجھا تھا کہ اس وقت عالمی تہذیبیں اور عالمی ثقافتیں ناپید تھیں بلکہ ایسا منظم پلان اور مقصود طریقہ کے تحت ہوا تھا۔ اس کی دلیل رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ غیظ و غضب ہے جو حضرت عمرؓ بن خطاب کے ہاتھ میں صحیفۂ تورات دیکھنے کے نتیجہ میں پیدا ہوا تھا، اور اس موقعہ پر آپؐ کا یہ ارشاد کہ "بخدا اگر موسیٰؑ بھی تم لوگوں کے درمیان موجود ہوتے تو انہیں بھی میرے اتباع سے چھٹکارا نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملتا"۔ لہ

رسول اکرمؐ کے پیشِ نظر ایک ایسا گروہ تیار کرنا تھا جس کا ذہن و ضمیر، جس کے تصورات و احساسات، جس کے نشو و نما خدائی طریقِ کار (جس پر قرآن مشتمل ہے) کے سوا ہر طرح کے خارجی مؤثرات سے بالکل پاک و صاف ہوں۔

اس طرح وہ عدیم النظیر جماعت صرف ایک سرچشمۂ خداوندی سے فیضیاب ہوئی تھی، اسی وجہ سے تاریخِ انسانی میں اسے ایک امتیازی شان اور منفرد مقام بھی ملا۔ مگر اس کے بعد کیا ہوا؟

مختلف سرچشمے باہم ایک دوسرے میں مل گئے۔ بعد کی نسلیں جس سرچشمہ سے فیضیاب ہوئیں، اس میں یونانی فلسفہ و منطق، فارسی قصص و تصورات، یہودی اسرائیلیات، نصرانی لاہوت، ان کے علاوہ دوسری تہذیبوں اور تقاضوں کے خرافات کی آمیزش ہو گئی تھی، اس طرح سے ان تمام چیزوں کا اختلاط تفسیرِ قرآن اور علمِ کلام کے علاوہ فقہ و اصولِ فقہ سے بھی ہوا۔ اور اسی سرچشمہ سے فیضیاب ہو کر بعد کی نسلیں نکلیں۔ اور یہی وہ سبب ہے کہ وہ مثالی نسل دوبارہ معرضِ وجود میں نہ آسکی۔

پھر سید قطب — رحمۃ اللہ علیہ — نے دوسرے دو اسباب کی تلاش کیا ہے اس کے بعد صفحہ، ایمیں رقمطراز ہیں:

"جس جاہلیت سے اسلام کا پالا پڑا ہے، آج ہم ایسی ہی جاہلیت بلکہ اس سے بھی زیادہ تیرہ و تاریک جاہلیت سے دوچار ہیں۔ ہمارے اردگرد جاہلیت ہی جاہلیت ہے۔ لوگوں کے تصورات و عقائد، ان کے عادات و رسوم، ان کی ثقافت، ان کے فنون و آداب، ضوابط و قوانین، یہاں تک کہ بہت سی چیزیں جنھیں ہم اسلامی ثقافت، اسلامی مراجع، اسلامی فلسفہ اور اسلامی فکر کا نام دیتے ہیں، وہ بھی اسی جاہلیت کی دین ہیں۔

اسی لیے ہمارے دلوں کے اندر اسلامی اقدار استوار ہوئے اور نہ اسلام کا صحیح تصور ہمارے

لہ یہ حدیث حسن ہے، مسند دارمی اور مسند احمد میں یہ روایت موجود ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں داروا الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل ۱۵۸۹)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذہن و دماغ میں نمایاں ہو پاتا ہے۔ نیز اسی ناتے اس انداز کی کوئی انسانی جماعت دوبارہ ہمارے درمیان برپا نہ ہو سکی جس انداز اور جس طرز کی جماعت کو اسلام نے پہلی بار جنم دیا تھا۔

لہٰذا اسلامی تحریک کے طریق کار میں یہ ضروری ہے کہ نشو و نما ہی کے دور میں ہم لوگ جاہلیت کے ان تمام مؤثرات سے اپنے آپ کو پاک کر لیں جن کے اندر ہم جی رہے ہیں، اور استفادہ کرتے ہیں —— لابدی ہے کہ آغاز ہی میں اس صاف و شفاف سرچشمہ کی جانب رجوع کریں، جس سے ان لوگوں نے اخذ و استفادہ کیا تھا، وہ محفوظ سرچشمہ جس میں کسی بھی اجنبی چیز کی آمیزش کا شبہ بھی نہ ہو —— ہم اسی خالص سرچشمہ کی جانب رجوع کریں۔ اسی سے پورے وجود اور انسانی وجود کی حقیقت کے سلسلے میں اپنے تصورات اخذ کریں۔ پھر ان دونوں وجود کے مابین اور حقیقی وجودِ کامل، یعنی اللہ سبحانہٗ کے وجود کے مابین تعلق وارتباط کی نوعیت و حقیقت کا تصور اسی سرچشمہ سے اخذ کریں —— زندگی اور اپنے اقدار و اخلاق، حکومت و سیاست و معیشت نیز زندگی کے تمام اصول و ضوابط کے مطالب کا تصور اسی سرچشمۂ ہدایت سے لیں۔

گویا ضروری ہے کہ جاہلی معاشرہ، جاہلانہ تصورات، جاہلانہ رسوم، جاہلی قیادت کے اثر و دباؤ سے اپنے ضمیر کو بالکل آزاد کر لیں —— ہمارا کام یہ نہیں ہے کہ اس جاہلی معاشرہ کی صورتِ حال سے صلح کر لیں اور اس کی طرف دوستی کا پینگ بڑھائیں کیونکہ یہ سوسائٹی جاہلیت کے اس وصف کے ساتھ اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ اس کے ساتھ مصالحت کی جائے بلکہ ہماری ذمہ داری اور فریضہ تو یہ ہے کہ پہلے ہم دل کی دنیا میں انقلاب لاکر پھر اس جاہل سوسائٹی میں انقلاب برپا کر دیں۔

البتہ اس سلسلے میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور زبردست قربانیوں کی ضرورت پڑے گی —— لیکن جب پہلی بار وجود پذیر ہونے والے اس اسلامی گروہ کے طریق کار پر چلنا ہے جن کے ہاتھوں اللہ نے اپنا طریقہ و منہج قائم کیا اور جاہلانہ طرزِ حیات پر تسلط و غلبہ عطا کیا تو پھر ہم خود مختار اور آزاد نہیں ہیں۔

اس لیے اسلامی دعوت کے میدان میں تمام کام کرنے والوں پر واجب ہے کہ ہر وہ چیز جو جاہلانہ اور مخالفِ اسلام ہو اس سے گلو خلاصی حاصل کرنے کی خاطر باہم ایک دوسرے کا تعاون کریں اور اس کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔ قرآن و سنت کی جانب رجوع —— جیسا کہ ہادیٔ اعظم صلعم نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"تمہارے مابین دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اگر انہیں مضبوطی سے پکڑے رہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو پھر گمراہ نہیں ہو سکتے، اللہ کی کتاب اور میری سنت، اور یہ دونوں چیزیں حوض پر پہنچنے سے پہلے کبھی جُدا نہیں ہو سکتیں۔"

اگر اسلامی دعوت کے حاملین یہ کام کر لیں تو گویا ان لوگوں نے ایک خالص اسلامی معاشرہ کی تشکیل و تخلیق کے لیے نیو رکھ دی، اور نہ اس کے بغیر ان کی کوئی حیثیت ہوگی اور نہ ہی کوئی مسلم حکومت قائم ہو سکتی ہے۔

اور مجھے تو سخت تعجب اور حیرت ہے ان اربابِ قلم پر، جو ضمیر و قلب کے بعض امراض کے علاج کی بابت کتابیں تصنیف کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر "باطن الاثم۔ الخطر الاکبر فی حیاۃ المسلمین" نامی کتاب کے مؤلف، پھر اسی پر بس نہیں کرتے، یہاں تک کہ مسلمانوں کو درپیش حقیقی بحران سے زبردست ناواقفیت کا انکشاف بھی کرتے ہیں، جس طرف کہ سید قطبؒ نے اپنے کلام سابق میں اشارہ کیا ہے۔

مؤلفِ رسالہ کو یہ حقیقت نہ بھائی تو اس حقیقت اور اس کی جانب توجہ دلانے والے پر اپنے مذکورہ رسالہ کے صفحہ ۸۵ میں "ہماری مشکلات اخلاقی ہیں، فکری نہیں" کے زیرِ عنوان اعتراض اور نکتہ چینی شروع کر دی، فرماتے ہیں:

"ہماری تمام معروضات کا مطلب یہ نکلا کہ ہماری تمام تر پریشانیوں کا تعلق اخلاق و وجدان سے ہے، ان کا کسی طرح کا کوئی تعلق عقیدہ یا فکر سے نہیں۔"

بعد ازاں مؤلف نے ان لوگوں پر اظہارِ تعجب کیا ہے جو اس عظیم اخلاقی بحران کا شعور و ادراک رکھتے ہیں جو مؤلف کی نگاہ میں مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ مگر یہ شعور رکھنے والے بجائے اس کے کہ اس کا علاج اس انداز سے کرتے جو انداز مؤلف نے اپنی کتاب میں بتایا ہے، اس کا علاج بہت سے فکری مباحث سے کرتے ہیں۔ پھر مؤلف نے سید قطبؒ کی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"تو جاہلی معاشرہ کی لمبی چوڑی تشریح، دشمنانِ اسلام اور فکرِ اسلامی کے خلاف جنگ کرنے والوں کے عدوانی پروگراموں کے انکشاف و اظہار یا اسلامی فکر، اسلامی دعوت کے طریقِ کار کی توضیح بیان کا اہتمام کرنے سے کیا فائدہ ہوگا، جب کہ مسلمان جس بحران سے دوچار ہیں وہ یہ نہیں ہے کہ مسلمان ان تمام امور سے نابلد ہیں، بلکہ سب سے خطرناک اور اہم مرض وہ ہے جو مسلمانوں کے دلوں پر مسلط ہے۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب مزید اس فکری تحقیقات کی مسلمانوں کو ضرورت نہیں ہے۔ مسلمان اپنی ثقافتوں میں اختلاف کے باوجود ان تمام نواحی میں اتنا شعور رکھتے ہیں کہ اگر معاملہ صرف شعور پر موقوف ہو تو مسلمان پورے طور پر محفوظ ہوں گے۔

انہیں تو بس ایک ایسی زبردست قوت کی ضرورت درپیش ہے جو انہیں عمل و تنفیذ پر ابھارے اور عمل و تنفیذ کا معاملہ صرف فکر و عقل کی دسترس میں ہونا بعید ہے۔

اور جس قوتِ ہائلہ کی ضرورت ہے وہ اخلاق کی قوت ہے۔"

یہ ہے صاحبِ علم و دانش، فاضل ڈاکٹر صاحب کا ارشاد، موصوف کے اس بیان میں اتنی لغزشیں اور مغالطے ہیں جن پر تفصیلی گفتگو کا یہ موقعہ نہیں ہے، مگر موصوف کے کلام سے پیدا ہونے والے وہم کے برخلاف کوئی بھی اسلامی داعی یہ کہنے کے لیے کہ صرف شعور و فکر موجودہ بحران کے حل کے لیے کافی ہیں، سوچ بھی نہیں سکتا۔ مگر جس بحران و پریشانی کا محترم ڈاکٹر صاحب انکار کرتے ہیں دراصل وہی اخلاقی قوت کا سرچشمہ اور مصدر رہے ہے یعنی وہ ایمان اور صحیح توحید اور صالح عقیدہ ہے۔ اسی ناتے انبیاء و رسل علیہم السلام اور ان کے متبعین دعوت کا آغاز جس چیز سے کرتے تھے وہ اللہ کی توحید تھی۔ آغازِ کار میں اخلاقی بحران کا علاج کرتے تھے اور نہ معیشت وغیرہ کی پریشانیوں کا علاج کرتے تھے، جن میں اصل بحران سے غافل ہو کر دورِ حاضر کے بہت سے اربابِ قلم پھنس گئے ہیں۔ اور وہ اصل بحران ہے دورِ حاضر و ماضی کے بہت سے مسلمانوں کا صحیح عقائد سے انحراف، اس بحران کے پیدا کرنے میں فلسفہ و کلام کی ان کتابوں کا بڑا دخل ہے جنھیں توحید کی کتابوں کا نام دیا جاتا ہے۔

میں محترم دانشور جناب ڈاکٹر صاحب سے صرف ایک سوال کرتا ہوں کہ کیا کسی فرد یا چند افراد، یا کسی جماعت اور امت کے لیے جب کہ اس کے عقائد صحیح نہ ہوں، یہ ممکن ہے کہ وہ قوتِ ہائلہ یعنی اخلاقی قوت حاصل کر لیں گے جس کی انہیں ضرورت ہے؟ اگر اس کے جواب میں موصوف محال اور ناممکن کہتے ہیں تو پھر ہمارا سوال ہے، کیا محترم یہ سمجھتے ہیں کہ ایسی مسلم امت پائی جاتی ہے جس کے عقائد بالکل صحیح ہوں جیسے کہ سلف کے دور میں تھا، علی الرغم اس کے مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو منکرینِ صفات معتزلہ اور جبریہ جیسا عقیدہ رکھتے ہیں، اور ایسے بھی ہیں جو غالی صوفیاء کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ تو اس دور میں خاص طور سے ہمارے ملک میں پائے جاتے ہیں جن کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کو قرآن و سنت اور فہم قرآن و سنت کے لیے معاون علوم پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں، محض اللہ کا تقویٰ کافی ہے۔ پھر اس کی دلیل قرآن سے دیتے ہیں جو کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خود ان کے خلاف حجت ہے بشرطیکہ وہ اسے جان سکیں، مثلاً "واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ" "اور اللہ سے خوف کھاؤ اور اللہ تمہیں تبلا دے گا" اور اس بنیاد پر بہت سے دینی حقائق مثلاً انبیاء و رسل بالخصوص خاتم الانبیاء صلعم کی ثابت شفاعت، عیسیٰ علیہ السلام کے نزول، خروج دجال وغیرہ کا انکار کرتے ہیں ۔۔۔ مصر اور ہندوستان میں کچھ لوگ ہیں جو اپنے کو "اہل قرآن" کہتے ہیں اور احادیثِ رسول، اقوالِ صحابہؓ اور تابعین و مجتہدین ائمہ کے آثار سے بے نیاز ہو کر قرآن کی تفسیر کرتے ہیں، بلکہ عربی، علمی قواعد کی بھی رعایت نہیں کرتے۔

تو اگر ڈاکٹر صاحب جواب میں یہ فرماتے ہیں کہ آج کل کے مسلمانوں کا عقیدہ وہی ہے جو سلف کے دور میں تھا، تو ہم عرض کریں گے کہ کیا وہ غلط عقائد جن کا آپ نے تذکرہ کیا ہے، وہ موجودہ دور میں خاص طور سے آپ کے ملک میں نہیں پائے جاتے؟ تو اگر اقرار کر لیتے ہیں جیسا کہ امید ہے تو پھر یہ بات کہنے کی جسارت کیسے کرتے ہیں کہ:

> "اب مسلمانوں کو مزید ان فکری تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے، مسلمان اپنی ثقافتوں میں اختلاف کے باوجود ان تمام گوشوں میں اتنا شعور رکھتے ہیں کہ اگر معاملہ صرف شعور پر موقوف ہو تو مسلمان پورے طور پر محفوظ ہوں گے۔"

لیکن اگر ڈاکٹر صاحب ہٹ دھرمی اور مکابرہ پر تل جائیں اور یہ کہیں کہ اس حیثیت سے مسلمانوں میں خیر و برکت موجود ہے تو پھر بات ہی کرنی عبث ہے۔ بقول شاعر؎

ولیس یصح فی الاذھان شیء اذا احتاج النھار الیٰ دلیل

"جب دن ثابت کرنے کے لیے دلیل کی ضرورت پڑے تو پھر ذہن میں کوئی چیز صحیح نہیں ثابت ہو سکتی۔"

اخیر میں ضروری سمجھتا ہوں کہ محترم ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں ایک سوال عرض کر دوں، جس سے، اگر اب تک واضح نہ ہو سکی ہے تو موصوف کی وہ غلطی واضح ہو جائے گی جس کے نتیجہ میں انہوں نے غلط عنوان "باطن الاثم الخ" ثبت کر دیا ہے، موصوف، ہم آپ سے وہی سوال کرتے ہیں جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی سے کیا تھا کہ اللہ کہاں ہے؟ اگر اس کے جواب میں آپ وہی کہتے ہیں جس پر ہمارا ایمان ہے اور رسول اکرمؐ نے جسے اس لونڈی کے لیے علامتِ ایمان قرار دیا تھا یعنی "آسمان پر" اور اس کا وہی مفہوم آپ لیتے ہیں جو سلف نے سمجھا ہے یعنی یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ عرش کے اوپر ہے تو یقیناً آپ حق بجانب ہیں اور اس مسئلہ میں جس کا تعلق افکار و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عقائد سے ہے نہ کہ اخلاق سے، آپ ہمارے ساتھ ہیں لیکن تب آپ جمہور مسلمانوں یہاں تک کہ ان مشائخ اور اساتذہ نیز ڈاکٹران کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں جن سے آپ نے دینی تعلیم حاصل کی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ آپ کے اس صحیح جواب میں آپ کے ہمنوا نہ ہوں گے — کوثری نیز ابوزہرہ اور آپ کے درمیان کوئی زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔

اور اگر آپ میرے یہ سوال کرنے کے مخالف ہوں جسے خود رسولِ اکرم صلعم نے ہمارے لیے مسنون قرار دیا ہے پھر اس کا اثبات میں جواب دینے سے گریز کریں یا معتزلہ والا جواب دیں کہ "اللہ ہر جگہ موجود ہے"، جس کے معنی یہ ہوئے کہ خالق و مخلوق میں اتحاد پایا جاتا ہے اور یہ سراسر کفر ہے، یا وہ جواب دیں جو "الجوہرۃ" اور اس کے حاشیہ وغیرہ کتب فلسفہ و کلام میں ہے جو آپ پڑھ چکے ہیں اور جن کے مطابق آپ کی تربیت ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ آپ کے حصّہ میں اتنا شعور آگیا جس سے آپ پُورے طور پر محفوظ و مضبوط ہو گئے" تو یہ سب جواب دیگر آپ قرآن و سنت اور اجماعِ امت کی مخالفت کریں گے — جیسا کہ ہم نے گزشتہ صفحات میں بعض ائمہ سے منقول اقوال کی طرف اشارہ کیا ہے جو ہم سب کے نزدیک ثقہ ہیں اور جن کے مذہب پر ہم سب ہیں — مختصر یہ کہ اس عقیدہ میں آپ ہمارے ہمنوا ہوں یا مخالف، بہر حال دونوں فریق کی نمائندگی لاکھوں مسلمان صدیوں سے آج تک کرتے چلے آرہے ہیں۔ وُہ گروہ جو حدیثِ پاک میں وارد سوال و جواب کا قائل ہے۔ اس میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ان کے محقق شاگردِ رشید ابن قیم الجوزیہؒ، نیز ہمارے وُہ تمام حنبلی اخوان ہیں جو شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کے متبعین ہیں، — اور بیشک دونوں فریق کو آپ کا وسیع و عریض گمان شامل ہے جس میں گمان کی تعبیر اور اظہار آپ نے اپنے مذکورہ بالا رسالہ کے ص ۹ میں اس انداز سے کیا ہے:

"اور میرا خیال ہے کہ ہم سب مومن ہیں کہ اللہ ہی اکیلا معبود ہے، اس کا کوئی ساجھی نہیں، اور اسی کے ہاتھ میں اختیار ہے۔"

اور مجھے تو یقین ہے کہ دونوں فریق اسلامی آداب سے آراستہ ہونے کے باوجود اپنی زبانِ حال یا زبانِ قال سے اپنے مخالف گروپ کو کہے گا کہ "أَنَا وَإِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ"

نیز میرے خیال سے ڈاکٹر صاحب جانتے ہیں کہ دونوں فریق میں سے کوئی ایک گمراہ ضرور ہے، اور یہ گمراہی اخلاقی ناحیہ سے نہیں بلکہ فکر و عقیدہ کے ناحیہ سے ہے۔ اس مسئلہ اور اس طرح کے بہت سے اعتقادی مسائل میں دونوں فریق کی نمائندگی لاکھوں مسلمان کر رہے ہیں، تو پھر ڈاکٹر صاحب!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا اختلاف کی شکار مسلمان قوم کو فکری تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے، میں "مزید فکری تحقیقات" نہیں کہہ رہا ہوں اس لیے کہ سوجھ بوجھ رکھنے والا انسان "مزید" کی توقع یا طمع اس وقت رکھے گا جب "مزید علیہ" (یعنی کچھ فکری تحقیقات) موجود ہوں اور یہاں تو فکری تحقیقات ناپید ہیں، ناپید کے درجہ میں ہیں تو کیسے پہلے مزید کی طمع کرے۔ پھر مزید علیہ کی؟ اس صورتحال میں کیا یہ تمام مسلمان ان فکری تحقیقات کے شدید حاجت مند نہیں ہیں تاکہ گمراہ فریق کے سامنے حق واضح ہو جائے اور حق جماعت میں شامل ہو جائے، نیز حق فریق کے اپنی حقانیت پر ایمان میں اضافہ ہو جائے۔ ساتھ ہی اپنے طریقہ نیز اس کی طرف دعوت کی معرفت زیادہ ہو جائے اور اس طرح سے ہم مطلوب اسلامی سوسائٹی کی طرف بڑھتے چلے جائیں، اگر بعض داعیانِ اسلام فکری و اعتقادی تحقیقات کا یہ کام کرتے رہیں تو یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ کچھ دوسرے داعی حضرات نفسانی امراض و اخلاق کا بھی علاج کرتے رہیں جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس رسالہ "باطن الاثم" میں کیا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ "فکری و اعتقادی" بحران حل کرنے والوں کی زبردست کوششوں کو نظر انداز نہ کیا جائے اور نہ ہی انہیں اس بات کی دعوت دی جائے کہ اخلاقی بحران کا حل تلاش کرنے کے لیے ان کی راہ پر چلیں۔ وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ۔

محدث کی ایجنسیاں

فیصل آباد	مولانا محمد اسماعیل صاحب خادم مسجد اہلحدیث امین پور بازار (فیصل آباد)
گوجرانوالہ	عبد المجید منشا صاحب، شاہین بکسٹال بالمقابل ریلوے سٹیشن گوجرانوالہ سٹی
سرگودھا	مولانا محمد ابراہیم صاحب نیوز ایجنٹ۔ عباس سائیکل ورکس بلاک نمبر ۱۹ (سرگودھا)
کراچی	جناب معاویہ صاحب مینیجر پاک اکیڈمی، دوکان نمبر ۲۲ متصل جامع مسجد باب السلام آرام باغ (کراچی)
بہاولپور	جناب عابد نثار صاحب، محمدیہ کتب خانہ جامع مسجد اہلحدیث (بہاولپور)
اسلام آباد	مولانا محمد بشیر سیالکوٹی دار العلم ۶۲۳ آب پارہ مارکیٹ اسلام آباد (پاکستان)

© rasailojaraid.com